قاضی ارتضا علی خاں خوشنودؔ

ایک جائزہ

جناب محمد صلاح الدین عمری ایم، اے

خطۂ اودھ کے قصبات کی سرزمین نے گذشتہ صدیوں میں علم وفن کے میدان میں جو اہم خدمات انجام دی ہیں، وہ اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ تقریباً صدیوں کی علم وفن، تہذیب و تمدن اور سیاست و شجاعت کی تاریخ بغیر ان قصبات کے ذکر کے نہ صرف مکمل نہیں ہو سکتی بلکہ قطعی ناقص رہ جاتی ہے۔ انھیں قصبات میں ایک قدیم ترین قصبہ، گوپامئو (ضلع ہردوئی) بھی اپنی زرخیزی میں ابتدا ہی سے مشہور و معروف رہا ہے جس نے ہر دور میں عظیم المرتبت اور جلیل القدر علما و فضلا، ادبا، و شعراء اور امراء و فرمانروا پیدا کئے۔ اس سرزمین کی عظیم ترین شخصیتوں میں شیخ آدم (نبیرہ حضرت شہاب الدین سہروردی) جیسے فقیہ، محدث اور صوفی، شیخ غلام محمد محدث (مدرس بیت الخلیل) جیسے متبحر عالم، ملا وجیہ الدین جیسے فقیہ۔ (صاحب فتاویٰ عالمگیری)، ملا شہاب الدین و ملا قطب الدین جیسے مہندس، قاضی مبارک شارح مسلم، ابوحنیفہ ثانی قاضی مبارکؒ (صاحب قاضی مبارک)، عمدۃ الملک امیر الہند نواب محمد علی خاں فاروقی والئ ارکاٹ، امیر الہند، سراج الدولہ محمد غوث خاں بہادر جنگ

(صاحب صبح وطن)، آصف الدولہ عمدۃ الملک نواب محمد نورالدین خاں شہید دالا جاہ اول امیرالہند والئ ارکاٹ، مولانا شاہ صلاح الدین قادری، قاضی مصطفیٰ علی خاں خوشدل، مولوی قدرت احمد قدرتؔ، محمد قدرت اللہ شوقؔ (صاحب نتائج الافکار) شاہ انوار الحق انوارؔ، نواب نصیرالاسلام خاں نصرؔ، حافظ محمد اکرام اکرامؔ، مولوی غلام حیدر حیدرؔ، مولوی مقبول احمد صاحب (مصنف تنبیہ الانسان ورحلت وحرمت حیوان) مولانا محمد یاور حسین صاحب نقشبندی (مصنف مدالانام فی احکام الامضا دوغیرہ) وغیرہ صاحب تصانیف علماء وفضلاء اور شعراء وادباء گذرے ہیں۔

اسی سرزمین میں قاضی محمد ارتضا علی خاں بہادر خوشنودؔ، ابن قاضی احمد مجتبیٰ المخاطب بہ مصطفیٰ علی خاں بہادر خوشدل کا جنم ہوا۔ آپ ایک گوناگوں شخصیت کے مالک تھے۔ علوم دینیہ کے ایک ممتاز عالم ہونے کے ساتھ آپ کو دنیاوی علوم پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ صاحب طرز ادیب اور ایک اچھے عربی فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ کی عربی فارسی تصانیف شاہد ہیں کہ جس موضوع پر بھی آپ نے قلم اٹھایا اس میں اپنی مہارت کے جوہر لٹا کر رکھ دیئے۔ مختصراً اگر یہ کہا جائے کہ آپ جامع علوم دینیہ ودنیویہ تھے تو قطعی بے جا نہ ہوگا۔ آیئے اس شمع علم وعرفاں کو ذرا قریب سے دیکھیں۔

آپ کی پیدائش قصبہ کے مشہور ومعروف علمی گھرانے، خاندان فاروقیان کے ایک معزز ہستی قاضی مصطفیٰ علی خاں بہادر خوشدل کے یہاں ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۳ء میں ہوئی۔ (باوجود تلاش بسیار کے تاریخ وماہِ پیدائش کا علم نہ ہوسکا) اس وقت کے رواج کے مطابق قصبہ کے اساتذہ سے پہلے فارسی کتب پڑھ کر پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد سے علوم عربیہ میں کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بغرض حصولِ تعلیم لکھنؤ تشریف لے گئے، جہاں سات سال تک قیام کیا، لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ لکھنؤ

کے کن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ لکھنؤ سے فراغت کے بعد قصبہ سندیلہ (ہردوئی) میں علامہ عصر مولوی حیدر علی سندیلوی سے علوم منطق و کلام کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے روانہ ہوکر قصبہ بلگرام میں مولوی محمد ابراہیم ملیباری کے پاس سات برس تک قیام کر کے بقیہ کتب درسیہ کی تکمیل کی اور سند حدیث شیخ ابو عبیدہ بن غلام المکی المالکیؒ سے حاصل کی۔ یہیں بلگرام میں حضرت شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی سے سلسلۂ صفویہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلۂ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ و نقشبندیہ میں دستار خلافت حاصل کی۔ خود فرماتے ہیں کہ:

"در جناب قدوۃ العارفین، حضرت مولوی سید شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی کہ در زمان خود نظیر نداشتند مشرف بیعت و ارادت در سلسلۂ صفویہ شدہ بقدر حوصلۂ خود مشقت و ریاضت کشیدہ و خرقۂ خلافت سلسلۂ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ از دست مبارک ایشاں پوشیدہ در اوائل سنہ یکہزار و دو صد و بیست و پنج ہجری در مدراس بجناب والد خود کہ قاضی القضاۃ اینجا بودند رسید"۔

مرشد سے ارادت و عقیدت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں: ؂

رستم بگرفت فیض عام سعدی — مستم از جرعۂ ز جام سعدی
گم نامم و نیست غیر سعدی نامم — زاں روز کہ حرز جانست سعدی

اوائل سنہ ۱۲۲۵ھ میں جب آپ کی عمر ۲۷ سال کی تھی، اپنے والد قاضی مصطفیٰ علی خاں بہادر فاروقی کے پاس تشریف لے گئے جہاں آپ کے والد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہاں پہونچکر آپ نے درس و تدریس میں غیر معمولی دلچسپی لینی شروع کر دی۔ آپ کا زیادہ تر وقت مطالعہ کتب میں گذرتا۔ آپ کی علمی

لیاقت اور استعداد کا شہرہ سن کر سنہ ۱۲۳۰ھ میں نواب عظیم الدولہ بہادر نے فتویٰ نویسی کی خدمت آپ کے سپرد کردی، جہاں آپ نے تقریباً پانچ سال کام کیا۔ اس کے بعد حکومت انگلشیہ نے آپ کی علمی لیاقت کو سراہتے ہوئے مقام چتوڑ میں آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدہ سے سرفراز کیا اور کچھ ہی عرصہ کے بعد ۴ر جنوری سنہ ۱۸۲۵ء مطابق ۴ر جمادی الاول سنہ ۱۲۴۰ھ میں آپ کو مفتی صدر عدالت مقرر کیا گیا اور پھر جلد ہی آپ کی بے انتہا علمی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت نے سنہ ۱۲۴۴ھ میں آپ کو تمام ممالک محروسۂ متعلقۂ حکومت مدراس کے عہدۂ قضاۃ کی معزز خدمت سپرد کی۔

تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور مطالعۂ کتب آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ عربی اور فارسی میں آپ کی علمی تصانیف کی تعداد۔ جیسا کہ اب تک معلوم ہوسکا ہے۔ تقریباً بیس ہے۔ جن میں علم معانی میں نفائس ارتضیہ (مخطوطہ)، علم حساب میں نقد الحساب (مطبوعہ)، فرائض میں رسالہ فرائض ارتضیہ (مطبوعہ)، رسالہ تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول (مطبوعہ) (جس میں اباء رسول کی طہارت اور اسلام کے بارے میں دلائل وبراہین کی روشنی میں بہت مفصل بحث کی گئی ہے۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب بھی مرتب کیا گیا ہے)، فوائد سعدیہ (مطبوعہ)، مذاہب سعدیہ، صلوٰۃ ارتضیہ، رسالہ درحال امام مہدی علیہ السلام (غیر مطبوعہ) اور تصریح المنطق کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مستقل تصانیف کے علاوہ آپ نے کتابوں کی شرحیں اور حاشیے بھی لکھے ہیں جن میں قصیدہ بردہ کی فارسی شرح مراصد ارتضیہ فی کواکب المضیئۃ، شرح اسماء حسنیٰ میں منحۃ السواء فی شرح الدعاء المسمیٰ بکاشف الضراء، حاشیہ صدرا، حاشیہ میر زاہد رسالہ، شیرازی کتاب ہدایۃ الحکمۃ کی شرح، حاشیہ جلالیہ تہذیب (مطبوعہ) شرح چہل کاف، حاشیہ شرح مواقف، اور حاشیہ بر نفائس ارتضیہ

وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ علاوہ چند کتابوں کے آپ کی تقریباً بیشتر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں، جو کتب خانہ فاروقی، گوپامئو میں موجود ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی تصنیفات کا ذخیرہ مدراس کی کسی لائبریری میں بھی موجود ہو کیونکہ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ وہیں گذرا۔

آپ نے فارسی، عربی اور ہندی میں شاعری بھی کی ہے۔ تخلص خوشنود تھا۔ کتب خانہ فاروقی میں آپ کا ایک فارسی دیوان بھی موجود ہے۔ قاضی صاحب اپنے ذوق شعر و شاعری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ایں فقیر کہ اصلاً حوصلہ شعر و شاعری ندارد، گاہے درہندی وگاہے در فارسی وگاہے درعربی چیزے گفتہ وآنرا بسبب ناموزونی اتفاق جمع نہ افتاد آنچہ کہ در حافظہ باقی ماندہ می نویسد۔ من افکارہ"

اس کے بعد اپنی چند فارسی غزلوں کے مختلف اشعار لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں آپ کے دیوان کے چند اشعار ؎

دانۂ سبحہ مگر دال زاہد انما اللہ الہ واحد

محو دیدار باش تا باشی نقش دیوار باش تا باشی
خاک بر فرق خواب غفلت ریز چشم بیدار باش تا باشی
سنگ راہ است کار و بار جہاں فارغ از کار باش تا باشی
ارتضا دل بیار دوست بکار دار و ہوشیار باش تا باشی

شکست آبلہ ہائے جگر ز صدمۂ غم کہ امشب از شب دیگر زیادہ میگریم

از پردہ بروں نیامد و سوخت موسیٰ صفتم ز لن ترانی

برقع از چہرہ برافگن کہ تمنائے نیست | ارتضا را بخدا غیر ہوائے رویت

سرزنش دل چہ قیامت اثرے پیدا کرد | ریخت اشکے کہ زچشم شررے پیدا کرد
قصد صید دل ما بود کہ صاد ازل | چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پیدا کرد

کس نیست کہ از دست جفائے تو ننالد | با اینہمہ غوغا بکنارے عجب از تو
باآنکہ شد از صید تو صحرا ہمہ پرخوں | تا حال تو مفتوں شکارے عجب از تو
خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی | مشغول در اینجا بچہ کارے عجب از تو

آپ کی عربی شاعری کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

ایا خیر الوری روحی فداکا | بحقک لاولا اھوی سواکا
ارحم بھیم فی کسب المناھی | بقلب مستھام ارتضاکا
اعون عبد اذلیلا مستعینا | ولیس لہ معین من عداکا
اغثنی یا شفیع المذنبینا | بخلاق کریم اجتباکا
سلام علی الکوکب اللامع | سلام علی النیر الساطع
سلام علی الاحشم الافخم | سلام علی الاصدق الاعظم
سلام علی الضیغم الاشجع | سلام علی الجھضم الادرع
من السائل المبتلی الآثم | من الخامل المرتجی النادم
من المجرم المذنب القاصر | من الھائم الحائر الخاسر
من العبد ذی المحن والابتلا | من الضارع المنتجی ارتضا
رجاء لاحسانک الشامل | رجاء لاغنائک الکامل

رجاء لاکرامك العائلا   رجاء لاغنامك السائلا

انا عبدك المزدری یارسول   تقبل سلامی بحسن القبول

اگرچہ آپ کا زمانۂ طالب علمی بڑی عسرت میں گذرا اور والد نے مدراس سے کئی بار بلایا، لیکن آپ محض اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے نہیں گئے۔ ایک بار قاضی مصطفیٰ علی خاں نے بغرض امتحان مدراس سے فارسی میں ایک خط لکھا جس کا جواب آپ نے عربی میں دیا۔ ساتھ ہی خود تصنیف کردہ ایک رسالہ بھی بھیجا۔ چنانچہ والد صاحب بہت خوش ہوئے۔

حضرت مولانا محمد یاور حسین صاحب نے تصریح الانساب میں آپ کی شاعری کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی غزل جس کا مقطع ہے ؎

خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی

مشغول دریں جا بچہ کارے عجب از تو

کے تحت آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اس قطعہ کے متعلق حضرت خالو صاحب قبلہ حافظ محمد حسین صاحب مدظلہم العالی فرماتے ہیں کہ مولوی قدرت غنی بن مسیح الدین احمد خاں جوکہ مدراس میں حضرت قاضی ارتضا علی خاں صاحب سے پڑھتے تھے، مزاج میں ظرافت بہت تھی، فرماتے ہیں کہ ایک دن سبق میں دیر ہوئی، میں جو مکان کے اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت قاضی صاحب اپنی صاحبزادی کو، جو بہت صغیر سن تھی۔ کھلا رہے ہیں۔ وہ کہتی تھی کہ درخت انار سے جوکہ صحن خانہ میں تھا، انار توڑ دو۔ آپ اس لڑکی کو اٹھا کر انار کے پاس کرتے ہیں اور پھر ہٹا لیتے ہیں۔ اسی حال میں تھے کہ میں پہونچا اور میری زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکل گیا ؎

خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی

مشغول درایں جا بچہ کارے عجب از تو

بس قاضی صاحب کا رنگ اڑ گیا، کانپنے لگے اور لڑکی کو وہیں چھوڑ کر چل دیئے اور فرمایا کہ آؤ غنی چلیں تمہارے سبق میں دیر ہوتی ہے۔

آپ کے تبحر علمی کے بارے میں محمد قدرت اللہ شوق صاحب نتائج الافکار لکھتے ہیں کہ:

"مزاج میں انکسار بیحد تھا۔ باوجود اشغال لاحقہ کے درس و تدریس میں پوری توجہ تھی۔ کتب تصوف اور اقوال مشائخ کا مطالعہ بیشتر کیا کرتے تھے۔ شعر و سخن کی طرف بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی۔"

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ

"الشیخ الفاضل العلامۃ علی بن احمد بن مصطفی العمری الکوپاموی القاضی ارتضا علی خان المدراسی احد الافاضل المشہورین فی کثرۃ الدرس والإفادہ۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"وکان رحمہ اللہ من کبار العلماء، انتہت إلیہ رئاسۃ العلم والتدریس بمدراس، انتفع بہا جمع کثیر من العلماء، ولہ مصنفات مفیدۃ ممتعۃ۔"

آپ کا انتقال ۷ رشعبان ۱۲۷۰ھ میں بمقام حدیدہ ہوا جس کی تفصیل تصریح الانساب میں درج ہے کہ جس وقت آپ حج کو جانے لگے تو آپ پر پندرہ سولہ ہزار کا قرض تھا جو آپ کے شاگرد نواب غلام غوث خاں بہادر والا جاہ پنجم والیٔ کرناٹک، نے ادا کرنے کو کہا لیکن آپ نے ان کی اس پیشکش کو نامنظور فرماتے ہوئے کہا کہ میرا مکان لے لیجئے۔ چنانچہ انھوں نے مکان لیکر قرضہ ادا کر دیا۔ جب آپ حج سے واپس ہو رہے تھے تو عدن و جدہ کے درمیان

جہاز ہی میں ۷ر شعبان ۱۲۷۰ھ بروز جمعہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ حسب قاعدہ نماز جنازہ پڑھ کر نعش کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ اتفاق سے اس جہاز کے پیچھے ایک دوسرا جہاز آرہا تھا اور اس کے کیپٹن قاضی صاحب کے ایک شاگرد محمد سعید مسقطی تھے۔ جب اس جہاز نے مقام حدیدہ پر لنگر ڈالا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک برہنہ نعش سمندر میں تیر رہی ہے، البتہ ستر پر تہبند لپٹا ہوا ہے۔ محمد سعید مسقطی نے نعش کو پہچان لیا اور کہا، "یہ ایک بہت بڑے عالم کی لاش ہے جو مدراس کے قاضی تھے۔ حج سے واپسی پر انتقال ہوگیا ہے۔" چنانچہ جہاز کی سبھی سواریوں نے بڑے عزت و احترام سے اس نعش کو نکال کر وہیں حدیدہ کے قبرستان میں تجہیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا۔ صاحب تصریح الانساب لکھتے ہیں کہ یہ تمام واقعات مدراس کے اخبار میں شائع ہوئے تھے۔ (اخبار کا نام نہیں لکھا) آپ کی عمر ۶۷ سال ۱۵ روز کی ہوئی۔ مادۂ تاریخ هو خاتم الفقہاء (۱۲۷۰ھ) اور والعاقبۃ للمتقین (۱۲۷۰ھ) ہے۔

مولوی قدرت اللہ خاں گوپاموی ثم المدراسی نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح نکالی ہے ؎

از رحلت او چو درد ناکم کردند
پیراہن صبر چاک چاکم کردند
سال فوتش بمصرعۂ قدرت گفت
اے وائے کہ زندہ زیر خاکم کردند

مراجع و مصادر

۱۔ تذکرہ علماء ہند — رحمٰن علی صاحب — مطبوعہ نولکشور پریس ۱۹۱۴ء

۲۔ تذکرۂ صبح وطن نواب غلام غوث خاں فاروقی مطبوعہ مدراس ۱۹۴۲ء

۳۔ تصریح الانساب مولانا یاور حسین فاروقی نقشبندی

(قلمی، کتب خانہ فاروقی، گوپامئو)

۴۔ دلائل الخیرات قلمی معہ بیاض نصر اللہ خاں بن نواب محمد علی والاجاہ اول

(مخطوطہ ۱۲۴۳ھ)

۵۔ نزہتہ الخواطر علامہ عبدالحی الحسنی ج ۷

۶۔ نتائج الافکار محمد قدرت اللہ شوق

۷۔ دوازدہ سالہ روئداد مدرسہ اسلامی عربی۔ گوپامئو ۳۶-۱۳۲۴ء

مرتبہ مولانا محمد یاور حسین صاحب نقشبندی (مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)

۸۔ شعرائے کرام گوپامئو (روئداد مدرسہ اسلامی عربی)

مرتبہ مولانا محمد یاور حسین صاحب نقشبندی (مطبوعہ ۱۳۴۰ھ)

قرن اوّل کا ایک مدبّر

ایک حوصلہ مند عرب مدبّر کی زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے اہل بیت کی حمایت اور ان کی شہادت کے انتقام کی مہم چلا کر موالی اور غلاموں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی بہروپ بھر کر پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے ربع ثالث میں حکومت قائم کی تھی۔

ضخامت ۱۲۴ صفحات سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ قیمت مجلد -/6 روپے

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی